ازل کے دن سے ثاقب ہم وہ فطرت لے کے آئے ہیں
عدو کو رَنج پہنچے اور ہماری آنکھ بھر آئے

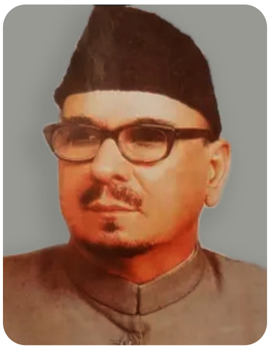

خدائی تقدیر

جناب ثاقب زیروی کی 45 سالہ پرانی ایک زندۂ جاوید نگارش

مرسلہ: مکرم مرزا خلیل احمد قمر صاحب

پاکستان کے سابق وزیراعظم مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کی طرف سے اپنی سزائے موت کو ختم یا عمر قید میں تبدیل کرنے کی کوشش ثمر ور نہ ہوئی۔ 24 مارچ 1979ء کو عدالتِ عظمیٰ نے اُن کی وہ درخواست بھی مسترد کر دی تھی جو انہوں نے فاضل عدالت کے 6 فروری 1979ء کے فیصلہ پر نظر ثانی کے لیے دی تھی اور جس کی سماعت درخواست دائر کرنے کے چالیسویں دن (17 مارچ 1979ء کو) مکمل کر لی گئی تھی۔ اب صرف صدر مملکت سے رحم کی اپیل ہی کا مرحلہ باقی رہ گیا تھا۔ جناب بھٹو اُن کی بیگمات اور اُن کی اولاد میں سے کسی نے شاید اس لیے ایسی اپیل نہ کی کہ وہ اقرارِ جرم اور ارتکاب جرم پر واشگاف اظہارِ ندامت کے بعد ہی موثر ہوتی ہے اور وہ اب اُنہیں مقدمہ میں بے قصور سمجھتے تھے۔ اُن کی عمر رسیدہ سوتیلی بہن اُن کے رفیقِ سیاست مسٹر عبدالحفیظ پیرزادہ اور راولپنڈی، لاہور اور کراچی کے بعض وکلاء نے جو اپیلیں کی، چونکہ وہ بھی اس نوع کے اقرار و اظہار سے معرّا تھیں، اس لیے وہ بھی بے اثر ثابت ہوئیں۔ ان کے علاوہ دنیا کے ساٹھ کے لگ بھگ چھوٹے بڑے ملکوں کے بادشاہوں، سربراہوں، صدر صاحبان اور وزرائے عظام نے بھی انسانی ہمدردی کی بنیاد پر اُن کی جان بخشی کی سفارش کی۔ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل مسٹر کُرٹ والد ہائیم نے تو دو دفعہ زنجیر ہلائی اور درخواست کی کہ اُن سے درگزر کا معاملہ کیا جائے۔ لیکن خدائی تقدیر نہ ٹل سکی اور چیف آف سٹاف چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل صدر محمد ضیاءالحق نے مُلک میں قانون کی بالادستی قائم کرنے کے لیے ہر یادداشت، درخواست، اپیل اور سفارش کو مسترد کر دیا۔ جس کے بعد مسٹر بھٹو کو اپنی عمر کے 52ویں سال میں قدم دھرنے کے ٹھیک 90ویں دن (4 اپریل 1979ء کو) صبح کاذب کے وقت (دو بجے) ڈسٹرکٹ جیل راولپنڈی میں تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔

اور اُن کی نعش بذریعہ ہیلی کاپٹر نَوڈیرو لے جا کر (نمازِ جنازہ کے بعد) گڑھی خدا بخش میں (اُن کی خواہش کے مطابق) اُن کے آبائی قبرستان میں دفن کر دی گئی۔ ریڈیو رپورٹ کے مطابق تدفین کے وقت اُن کے دو چچا، ایک چچازاد، کچھ رشتہ دار اور نَوڈیرو و لاڑکانہ کے بعض شہری موجود تھے۔

بیگم نصرت بھٹو اور مس بے نظیر (سہالہ میں نظر بندی کے باعث) تدفین کے وقت موجود نہ تھیں۔ تدفین کے تیسرے دن انہیں تین گھنٹوں کے لیے قبر پر لے جایا گیا اور یوں پاکستان کی تاریخ میں ایک ایسے فرمانروا کے عبرت انگیز انجام کے باب کا اضافہ ہو گیا۔

☆ جو دسمبر 1971ء سے اوائل جولائی 1977ء تک ملک کے سیاہ و سفید کا مالک رہا۔

☆ جسے حکمرانی کے لیے بے پناہ سیاسی و پارلیمانی طاقت میسر تھی۔

☆ جس کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ قانون کا درجہ رکھتا تھا۔

☆ جس کی آنکھ کے ایک ادنیٰ اشارے پر افراد ہی کی نہیں بڑی سے بڑی سیاسی اور مذہبی جماعتوں کی وجاہتیں لُوٹ لی جاتی تھیں اور جس کا اوڑھنا اور بچھونا، چلنا اور پھرنا، اُٹھنا اور بیٹھنا، مذہب، عقیدہ، اخلاقی اقدار و اطوار حتّی کہ اس کی سوچ تک کا ہر پہلو سیاست اور صرف سیاست تھا۔ اور خدائی تقدیر! کہ وہ برگشتہ نصیب اپنی اس ہمہ جہتی سیاست ہی کی بھینٹ چڑھ گیا۔

فوجداری قوانین و تعزیرات پر عمیق و غائر نظر رکھنے والوں کے نزدیک نواب محمد احمد خاں کے قتل کا فوجداری مقدمہ ہرگز کوئی ایسا ٹھوس اور نپا تُلا مقدمہ نہ تھا کہ اگر قوانین و ضوابط کے دائرہ میں رہ کر اُس کا پوری سنجیدگی سے دفاع کیا جاتا تو ''سزائے موت'' سے بچ نکلنے کی کوئی گنجائش پیدا نہ ہو سکتی جبکہ اُس کے کئی واضح جھول اور ڈھیلی چُولیں تو ہم ایسے عامیوں کو بھی صاف دکھائی دیتی تھیں۔ لیکن اس برگشتہ نصیبی کا کیا علاج کہ جناب بھٹو نے قتل ایسے سنگین الزام کے تحت بنائے گئے اس مقدمہ کا دفاع بھی سیاست ہی سے کرنا مناسب سمجھا اور اُن کے وکلاء کی بھی اوّل سے آخر تک ساری توجہ عدالت کو اپنے موکل کی بے گناہی کا یقین دلا کر اُس کی بریت کے لیے ذہن ہموار کرنے کی بجائے اخبارات کو شہ سُرخیاں اور سنسناہٹ خیز عنوانات مہیا کرنے ہی پر مُرتکز رہی۔ اور وہ آخر وقت تک عدالت کو قائل کرنے کی بجائے اُسے مرعوب کرنے کی کوششوں ہی میں لگے رہے۔

ملک کے وہ خداپرست و خدا دوست طبقے۔ (یہ یقین جن کے ایمان کا ایک اہم جزو ہے کہ ایسی ہر عبرتناک خدائی گرفت کے پس پردہ ہمیشہ کوئی سنگین ترین روحانی گناہ کارفرما ہوتا ہے) اُن کے نزدیک یہ واقعہ تاریخ اعمال وجزا میں جرم کفرانِ نعمت کی تعزیر کے ایک

ایسے باب کا حکم رکھتا ہے جو سیہ روؤں کو رہتی دنیا تک درسِ عبرت و موعظت دیتے رہنے کے علاوہ ان جلال انگیز حقیقتوں کی یاد دہانی بھی کراتا رہے گا کہ

☆ اِس دنیا کا واقعی ایک خدا ہے جو رحیم وکریم بھی ہے اور جبّار و قہّار بھی۔ اور اُس سے بڑا اور بہترین منتقم اور کوئی نہیں۔

☆ تمام مخلوقات کو اُس کے بچوں کی حیثیت حاصل ہے۔ جب اُس کے ان بچوں پر ناحق ظلم ڈھایا جاتا ہے تو وہ بے قرار ہوجاتا ہے۔

☆ صبر و رضا میں سیاسی اقتدار سے کہیں زیادہ طاقت ہے۔

☆ ٹوٹے ہوئے دِل اُسے ہر شے سے عزیز ہیں۔

☆ جب کوئی مظلوم وستم رسیدہ بندہ اپنا انتقام اُس پر چھوڑ دیتا ہے تو وہ اُس سے کبھی بے وفائی نہیں کرتا اور اُسے کبھی بے سہارا نہیں چھوڑتا۔

☆ اُس حیّ و قیّوم اور جبّار و قہّار خدا کے سامنے بڑے بڑے جابروں، قاہروں، فرعونوں اور ہامانوں کی حیثیت ایک ذرّہ بےمقدار کی بھی نہیں۔

☆ ہر عزت اُسی کی طرف سے آتی ہے اور وہ اپنی نعمت کی ناشکری کرنے والوں سے جب چاہے اپنی عطاکردہ سطوتیں چھین لیتا ہے اور اُس کے احکامات اور اُس کے محبوب ترین رسول محمد ﷺ کے ارشادات کی بے حرمتی کرنے والے ہمیشہ گھاٹے میں رہتے ہیں۔

یہ کُفرانِ نعمت ہی تو ہے کہ جس خدا نے ایک ایسے شخص کو (جسے ایک وقت قومی اسمبلی کی پانچ نشستوں کی توقع بھی نہ تھی) ملک کے سب سے بڑے جمہوری ایوان میں دو تہائی اکثریت عطا کر کے ملک کے سات کروڑ انسانوں کی گردنیں اُس کے سامنے جھکا دیں مگر وہ موردِ انعام خصوصی برسرِ اقتدار آنے کے بعد دو ہی سالوں میں آپے سے ایسا باہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی اس عطا کو اپنا حق اور اس ملک خداداد کو اپنی جاگیر سمجھ کر اُس جلیل و قدیر خدا کے بیّن احکامات اور اُس کے محبوب ترین رسول محمد ﷺ کے مطہّر ارشادات کی صداقت و اصابت سے کھیلنے لگا۔ اور اُس نے دیدہ و دانستہ تمام احکاماتِ خداوندی و ارشاداتِ نبویؐ کو پسِ پشت ڈال کر اقتدار کے نشہ میں اُس کے لکھوکھا طاعت گزار بندوں کو بزورِ سیاست دائرہ اسلام سے دھکّے دے کر نکال باہر کرنے کی جسارت کی اور اپنے اس خوفناک منصوبے کی تکمیل کے لیے (بلا لحاظ مذہب وعقیدہ ملک کے تمام باشندوں کے جان ومال کا محافظ ہوتے ہوئے) ان بے ضرر خدا دوست محبّانِ وطن کو

☆ کرایے کے غنڈوں، لُٹیروں، شورہ پشتوں اور قاتلوں سے قریہ بہ قریہ اور شہر بہ شہر لُٹوایا، جلوایا، نچوایا اور محافظینِ قانون کی موجودگی میں گلیوں اور کوچوں میں بھیڑوں اور بکریوں کی طرح ذبح کرایا۔

☆ اس کے جوانوں پر رزق کے اور اُن کے بچوں پر تعلیم کے دروازے بند کئے۔

☆ اُن کے سالہا سال کے بنے بنائے روزگار اور کاروبار تباہ و برباد کرائے، اور

☆ اس خُونیں ڈرامے کے آخر میں جبراً اُن پر ناٹ مسلم کی تہمت لگا کر اُن پر حج بیت اللہ ایسی نعمت غیر مترقّبہ کی راہیں تک مسدود کر دیں۔

محض اس ہوسِ جاہ میں کہ (بزعم خویش) اس اسلامی خدمت کے بعد وہ پاکستان کے سات کروڑ افراد کی گردنوں پر دسیوں سال اسی تمکنت وجلال سے مسلّط رہ سکے گا کہ اُس کا کوئی سیاسی رقیب و حریف اُس کی طرف میلی آنکھ سے دیکھنے تک کی جرأت نہیں کر سکے گا۔ کاش وہ اس راز سے آگاہ ہوتا کہ حق وہی ہے جو قرآن کریم میں ان الفاظ میں بیان ہوا ہے کہ

انسان بھی تدبیر کرتا ہے اور خدا بھی تدبیر کرتا ہے اور خدا سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔

ایک طرف یہ مستِ مئے پندارِ سیاست خاک وخون کا یہ ڈرامہ کھیلنے میں مصروف تھا اور دوسری طرف اُس جبّار و قہّار کی تقدیریں حرکت میں تھیں۔ اس نے ملک کے ان لکھوکھا خدا دوستوں پر مہینوں عرصہ حیات تنگ رکھنے کے بعد قرآن وحدیث کو بالائے طاق رکھ کر ان بے نواؤں کے عقیدہ کے ماتھے پر ناٹ مسلم کا لیبل 7 ستمبر 1974ء کو چسپاں کیا تھا۔ فطرت نے اُس کے اپنے ہی ہاتھوں سے اُسی سال کے دوران میں (صرف سوا دو ماہ بعد) نواب محمد احمد خاں کے قتل کی صورت میں اُس کی اپنی موت کی بنیاد رکھوادی جس کے بعد اُس رحیم وکریم خدا نے جس کی نگاہ اعمال سے زیادہ نیّتوں پر رہتی ہے اور اعمال کی بجائے نیّتوں ہی کے مطابق مواخذہ کرنا جس کی سنّت ہے۔ اور اگر کوئی خاطی وعاصی سچّے دل سے نادم ہوکر مغفرت طلبی کی غرض سے اُس کے آستانے پر گر جائے تو وہ جو گرفت میں دھیما ہے اور جس کا عفو بے پایاں ہے، اُسے اپنے فضل سے معاف بھی کر دیتا ہے۔

اس گھناؤنے روحانی گناہ کے ارتکاب کے بعد پورے پونے تین سال کا وقفہ استغفار اور مغفرت طلبی کے لیے بھی عطا فرمایا۔ مگر صد حیف کہ اُس بدنصیب نے اس ڈھیل سے بھی کوئی فائدہ نہ اُٹھایا اور اس کے اندھے اور منہ زور نشہ اقتدار نے اُسے پلٹ کر دیکھنے کی فرصت ہی نہ دی۔

اللہ تعالیٰ رحم فرمائے یہ سیاست بھی کیسا خوفناک نشہ ہے۔ جب کسی انسان کے ذہن پر سوار ہوجائے تو اُس کی نگاہوں سے نیکی و بدی روا و ناروا اور جواز کے تمام گوشے یکسر اوجھل ہوجاتے ہیں۔ اور اس کے پندار میں مبتلا شخص اپنے آپ کو تمام انسانوں سے بلند، منفرد، ممتاز حتّٰی کہ سنّت اللہ کے معاملہ میں بھی خود کو ترجیحی سلوک کا حق دار سمجھنے لگتا ہے۔ مگر فطرت کے خاموش انتقام کے انداز دیکھئے کہ جس شخص نے اپنی سیاسی فرمانروائی کی عمر بڑھانے کے لیے لکھوکھا عاشقانِ محمد ﷺ پر ناحق اور بلاجواز ''ناٹ مسلم'' کی تہمت لگائی جب وہ ملک کی عدالتِ عظمیٰ میں اپنے کیس کی بزبانِ خود وکالت کے لیے پیش ہوا تو پورے تین دن (بلاضرورت) بار بار یہی شکایت کرتا رہا کہ

ٹرائیل کورٹ (لاہور ہائی کورٹ) نے اپنے فیصلہ میں اُسے نام کا مسلمان کیوں قرار دیا ہے؟ اور کہ یہی تعصّب اُس کے سارے فیصلہ میں کارفرما ہے۔ جیسے پختہ قسم کے مسلمان سے ایسے جرم کا ارتکاب ممکن نہ ہو یا وہ

بشریت کے تمام تقاضوں سے مبرا ہوتا ہے۔ مگر ذی شعور صاحبِ نظر غصّہ بھانپ گئے تھے کہ اس میں بھی فطرت کا کوئی خاص بھید ہے اور اس شکایت کے رنگ میں فطرت اُس شخص سے (جو سیاسی اقتدار کے نشہ میں اپنے آپ کو اسلام کا اجارہ دار اور اپنے فیصلوں کو اللہ اور اُس کے رسول کے احکامات و ارشادات سے فائق و برتر سمجھنے لگا تھا اور جس نے اس زعم میں لاکھوں انسانوں کے دلوں کو توڑا اور سینے زخمی کئے) ملک کی سب سے بڑی عدالت کے رُوبرو یہ اقرار کروا رہی ہے کہ اُس نے جو کچھ کیا (اُسے) غلط جانتے ہوئے دیدہ و دانستہ کیا اور یوں احکامات خداوندی و ارشادات نبویؐ کی علی الاعلان توہین کی۔ کیونکہ اس مالک الملک نے یہ اختیار کسی شخص، کسی قانون، کسی اسمبلی اور کسی عدالت کو نہیں دیا کہ وہ کسی شخص کے ایمان و عقیدہ کے بارے میں فیصلہ کرے۔ **چنانچہ قدرت نے اُس کے منہ سے ملک کی عدالتِ عظمیٰ میں ایک بار نہیں، بار بار اُگلوایا کہ دُنیا کا کوئی شخص، کوئی قانون اور کوئی عدالت کسی کلمہ گو کو غیرمسلم قرار نہیں دے سکتی۔**

ہم نہ کبھی جناب بھٹو کے سیاسی رقیب تھے نہ حریف۔ اور ''لاہور'' کے ادارتی کالم گواہ ہیں۔ ہم نے انسانیت دوستی کے جذبہ کے تحت متعدّد دفعہ مختلف رنگوں میں مغفرت و نجات کا یہ نکتہ اُن کے ذہن نشین کرانے کی کوشش بھی کی۔ تاکہ اُنہیں سیاست کے خوفناک چنگل سے نکل کر خدائے واحد و یگانہ کی رحمت سے لَو لگانے کی توفیق مل جائے اور وہ سچے دل سے توبہ کر کے مغفرت طلبی کے لیے ربّ جلیل و قدیر کے آستانے پر گر جائیں۔ کیونکہ اس سلسلہ میں ہماری نظروں سے اللہ تعالیٰ کے ایک برگزیدہ و راستباز بندے (بانیٔ سلسلہ احمدیہ) کی اپنے رب سے خبر پا کر دی ہوئی دو پیش خبریاں گزر چکی تھیں۔ جن میں اس عبرت انگیز انجام کے بعض واضح اشارے موجود ہیں۔ اور ہمارے ایقان و ایمان کے مطابق یہ خدائی تقدیر صرف اور صرف سچی توبہ، دلی ندامت اور کثرتِ استغفار ہی سے ٹل سکتی تھی۔ ان میں سے پہلی خدائی اطلاع کا ایک حصہ یوں ہے۔

"ایک شخص کی مَوت کی نسبت خدائے تعالیٰ نے اعداد تہجی میں مجھے خبر دی۔ جس کا ماحصل یہ ہے...... کہ اس کی عمر باون سال سے تجاوز نہیں کرے گی جب باون سال کے اندر قدم دھرے گا تب اُسی سال کے اندر اندر راہی ملکِ بقا ہوگا''۔ (1891ء ازالہ اوہام صفحہ 187-186)

اور دوسری کے الفاظ یہ ہیں:

"مَیں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی مجھے کہتا ہے ''سزائے مَوت''، یعنی چالیس دن کے بعد مَوت کا حکم ہے۔ مَیں نے مولوی محمد علی صاحب سے پوچھا ہے۔ کیا اس حکم کا اپیل بھی ہوسکتا ہے۔ اُنہوں نے کہا اپیل ہوسکتا ہے بلکہ اپیل دَر اپیل بھی''۔ (17 مارچ 1905ء بحوالہ تذکرہ)

نہ جانے وطنِ عزیز میں کتنے انسان ہوں گے جنہوں نے اسی سال 52ویں سال میں قدم رکھا ہوگا۔ لیکن۔

52ویں سال میں قدم رکھنے کی خوشی میں کہاں سب کے لیے جگہ جگہ سینکڑوں کیک کاٹے گئے اور ان پر ایستادہ موم بتیاں بجھائی گئی ہوں گی اور کب کسی کے 52ویں سال میں قدم رکھنے کی اس قدر اشاعت ملکی و غیر ملکی اخبارات میں ہوئی ہوگی۔ جس قدر اشاعت پاکستان کے سابق وزیر اعظم مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کے 52ویں سال میں قدم رکھنے کی ہوئی۔ اور اگر اس مقدمہ قتل میں ٹرائل کورٹ،

45 سال قبل شائع ہونے والی جناب ثاقب زیروی صاحب کی مندرجہ بالا جراَت مندانہ اور حقیقت پر مبنی تحریر کی روشنی میں بھٹو صاحب کی پھانسی کے بارہ میں مندرجہ ذیل پاکستان سپریم کورٹ کی حالیہ رولنگ (6 مارچ 2024ء) ملاحظہ ہو۔

روزنامہ جنگ راولپنڈی 07 مارچ 2024ء

ہائی کورٹ کی بجائے سیشن کورٹ ہوتی تو اپیل در اپیل۔ ایسا غیرمعمولی مرحلہ بھی کہاں پیدا ہوتا؟

بے شک۔ خدا سے مغفرت طلبی اور سچی توبہ کی توفیق بھی اُس کے فضل سے ہی ملتی ہے اور جب اس کی تقدیریں حرکت میں آجائیں تو کوئی دُنیوی کوشش اُن کا راستہ نہیں روک سکتی۔ نہ قانون و ضوابط کے تحت کی گئی چارہ جوئیاں اور نہ دُنیا بھر کے بادشاہوں، سربراہوں، عالمی اداروں اور وزرائے عظام کی طرف سے کی گئی عفوودرگزر کی اپیلیں اور وضاحتیں۔

وہ جو علیم و خبیر ہے۔ اور جس کی روحوں کے پاتال تک نظر ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ اباحت و کفرانِ نعمت کے اس حیرت انگیز انجام کی خبر سُن کر ہمارے قلب و رُوح مغموم ہیں کیونکہ ؎

ازل کے دن سے ثاقبؔ ہم وہ فطرت لے کے آئے ہیں
عدو کو رَنج پہنچے اور ہماری آنکھ بھر آئے

اور ہمارے نزدیک مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کا یہ انجام اُن کے متذکرہ بالا خوفناک روحانی جرم میں شریک تمام سیاسی مُلّاؤں، سیاست کاروں، پارلیمانی ساتھیوں، کرائے کے قاتلوں، لٹیروں اور زَرخرید مفتیوں کے لیے لمحہ فکریہ کا حکم رکھتا ہے۔ اس میں اُن سب کے لیے عبرت و موعظت کا بڑا سامان ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا رحم فرمائے اور اپنے فضل سے ان سب کو سجدۂ سہو کی توفیق عطا فرمائے۔ وہ اپنے نفسوں کا محاسبہ کریں۔ اس انجام سے عبرت حاصل کریں۔ مجروح دِلوں پر محبّت و مروّت کے پھاہے رکھیں۔ اور سچے دل سے توبہ کرتے ہوئے اپنے دِلوں اور رُوحوں کو الہ العالمین کے آستانے پر گرا دیں۔

کیونکہ یہ عبرت انگیز انجام گواہی ہے اس حقیقت کی کہ اُس جبّار و قہّار خدا کی تقدیریں حرکت میں آ چکی ہیں۔

خوش نصیب ہے وہ شخص جو پانی کے ہونٹوں تک چڑھ آنے سے قبل ہی سچّی توبہ کر لے۔

(ہفتہ وار "لاہور" 15 اپریل 1979ء)

اَنجام یہی ہوتا آیا فرعونوں کا ہامانوں کا

فرصت ہے کسے جو سوچ سکے پس منظر ان افسانوں کا
کیوں خوابِ طرب سب خواب ہوئے کیوں خون ہوا اَرمانوں کا

تاریخ کے سینے میں اب تک ہیں دفن وہ سارے ہنگامے
انسان کے ہاتھوں دنیا میں کیا حال ہوا انسانوں کا

طاقت کے نشے میں چُور تھے جو توفیقِ نظر جن کو نہ ملی
مفہوم نہ سمجھے وہ ناداں قدرت کے لکھے فرمانوں کا

پِستے ہیں بالآخر وہ اِک دن اپنے ہی سِتم کی چکّی میں
انجام یہی ہوتا آیا فرعونوں کا ہامانوں کا

کم مایہ ہیں پر قدرت نے ہمیں احساس کی دولت بخشی ہے
ہر آنکھ سے آنسو پونچھیں گے دُکھ بانٹیں گے سب انسانوں کا

جب زخم لگیں تو چہروں پر پھولوں کا تبسّم لہرائے
فرزانوں کا اتنا ظرف کہاں یہ حوصلہ ہے دیوانوں کا

اے صبر و رضا کے متوالو اُٹھو تو سہی دیکھو تو سہی
طُوفانوں کے مالک نے آخر رُخ پھیر دیا طوفانوں کا

جھنکار پہ سونے چاندی کی ہوتا ہے ضمیروں کا سَودا
اس دورِ خرابی میں یارو خطرہ ہے بہت ایمانوں کا

اب آئے جو یار کی محفل میں جاں رکھ کے ہتھیلی پر آئے
اس راہ پہ ہر سُو پہرہ ہے کم فہموں کا نادانوں کا

ہم دینِ ہدیٰ کے پرچم کو اونچا ہی اُڑاتے جائیں گے
جو طوفانوں کے پالے ہوں کیا خوف انہیں طوفانوں کا

آندھی کی طرح جو اُٹھے تھے اب گرد کی صورت بیٹھے ہیں
ہے میری نگاہوں میں ثاقبؔ انجام بلند ایوانوں کا

(یہ نظم جناب ثاقبؔ زیروی نے 1977ء میں کہی اور اسی سال جلسہ سالانہ ربوہ کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی موجودگی میں اپنے مخصوص انداز میں سُنائی)